بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ابن خلکان کا بیان ہے کہ جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت پورے عالمِ اسلام میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی اور لوگ دیوانہ وار گریہ وزاری کرنے لگے۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے ملّتِ اسلامی کے جمود کو توڑا اور اس کے اندر ایک نئی روحِ اتحاد وجہاد پھونکی اور صلیبی طاقتوں سے جنگ کر کے مسلمانوں کے مقبوضہ علاقے آزاد کرائے اور یوں ملّت کے وقار کو دنیا کے اندر بحال کیا۔ ملّتِ اسلامی آج تک اس نیک نفس سلطان کو تحسین وستائش کا خراج پیش کر رہی ہے اور جب کبھی ملّت پر اعداء کا حملہ ہوتا ہے اور وہ مصائب کے نرغے میں آجاتی ہے تو اس کی آنکھیں کسی دوسرے صلاح الدین کو ڈھونڈتی ہیں۔ جہاں تک شان وشوکت اور دبدبہ وطنطنہ کا تعلق ہے مسلمانوں کو صلاح الدینؒ سے بڑھ کر سلاطین وفرمانروا ملے ہیں مگر ان کے لیے دلوں میں وہ جذبہ واحترام نہیں ہے جو صلاح الدین ایوبیؒ کے لیے پایا جاتا ہے۔

آج سعودی عرب کے فرمانروا فیصل بن عبدالعزیز آل سعود کے لیے پوری دنیا کے اندر ایک کہرام برپا ہے۔ ان کی شہادت نے ہر مرد وزن کو رُلا دیا ہے۔ تاریخِ حاضر میں اور بھی زعماء اور فرمانروا دنیا سے رخصت ہوئے ہیں مگر اس انداز میں مشرق ومغرب کسی کے لیے اشکبار نہیں ہوا جس انداز میں آج فیصل کے لیے دنیائے اسلام نوحہ خواں ہے۔ عرب بھی سینہ فگار ہیں اور عجم بھی اشکبار ہیں۔ افریقہ کے سیاہ فام بھی وقفِ گریہ ہیں اور امریکہ کے مشک فام بھی سوگوار ہیں۔ مسلم اکثریت کے در ودیوار بھی سیاہ پوش ہیں اور مسلم اقلیتوں کے گھر بھی کلبۂ احزان بن چکے ہیں۔ فلسطین کے مجاہدین محسوس کر رہے ہیں کہ وہ مشفق باپ سے محروم ہو گئے۔ اری ٹیریا کے مظلومین رو رہے ہیں کہ دستِ شفقت اُن کے سر سے اُٹھ گیا۔ فلپائن کے کشتگانِ تیغِ ستم کی نگاہیں پتھرا چکی ہیں کہ اُن کا سرپرست بیچ منجدھار انہیں چھوڑ گیا۔ اتحادِ اسلامی کی تحریک کا قافلہ سالار چل دیا، حرمین کا جاروب کش اُٹھ گیا، حجاج کا خادم کفن بردوش

ہے، درماندہ ملت کا حدی خواں بے خروش ہے، بیت المقدس کی آزادی کا علمبردار تہہ خاک جا لیٹا اور اب وہ صدائے دلنواز خاموش ہے جو تادمِ آخر یہ کہتی رہی کہ بیت المقدس ہمارا ہے۔ ہم بیت المقدس میں لازماً نماز گزاریں گے۔

فیصل بن عبدالعزیز اس دور کے مسلمانوں کے لیے رحمتِ خداوندی تھے۔ وہ پیکرِ تدبر اور تصویرِ اخلاص تھے۔ وہ دو باتوں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے تھے ایک دنیا کے اندر اسلام کی سربلندی اور دوسرے ملت مرحومہ کی نئی شیرازہ بندی۔ انہوں نے حکمت و تدبر سے عربوں اور مسلمانوں کو بار بار متحد کیا اور بنیان مرصوص بن کر اعداء کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ مسائل کو منافقت اور دجل و مکر سے حل کرنے کے بجائے اخلاص اور صاف گوئی اور جرأت سے حل کرنے کا سبق دیا۔ وہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ، بہادر قوم کا وطن اور مستقبل میں اسلام کی امید گاہ سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ پاکستان کی ہر مصیبت پر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپا اور بچوں کی طرح روئے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں انہوں نے ہر طرح سے مدد کی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی انہوں نے بھرپور اخلاقی اور مادی امداد دی۔ مشرقی پاکستان بھارت کی جارحیت کا شکار ہو گیا مگر انہوں نے اُس کی علیحدہ حیثیت کو "بنگلہ دیش" کے نام سے تسلیم نہیں کیا۔ ان کی پوری دولت، اُن کا تمام تر تدبر، اُن کے جملہ وسائل مسلمانوں کی تنظیم، اسلام کی اشاعت، بے کسوں اور مظلوموں کی امداد، اسلامی مراکز و مساجد کے قیام، مخالفِ اسلام نظریات و افکار اور تحریکات و تنظیمات کے استیصال میں صرف ہوتی رہی۔

۱۹۶۴ء میں وہ تخت نشین ہوئے اور ۱۹۷۵ء کے اُن آخری لمحات تک جو انہوں نے دنیا میں گزارے دشمنوں کی آنکھ کا کانٹا بنے رہے۔ یہودی اور ان کے ہم نوا اُن سے ناخوش تھے کہ وہ کسی طرح بھی اُن کے زیرِ دام نہ آسکے۔ کمیونسٹ اور ان کے حاشیہ بردار بھی اُن کے شدید مخالف تھے کہ انہوں نے مشرقِ اوسط میں کمیونزم کا بھرپور تعاقب کیا۔ عرب قوم پرست اور الحاد کے حامی ان کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہے کہ وہ قومیت کو ملت کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے اور اسلام کی بنیاد پر شیرازہ بندی کے علمبردار تھے۔ قادیانی اُن کے دشمن تھے کہ وہ اس تخریبی فتنے سے پوری مسلم دنیا کو پاک کرنا چاہتے تھے۔ ان اسباب کی بنا پر ان کی شہادت کوئی غیر متوقع نہ تھی لیکن ان کی شہادت مسلمانوں کے لیے ایسا شدید نقصان ہے جس کا پورا احساس انہیں مستقبل قریب میں ہوگا۔ عربی کا شعر ہے:

سیذکرنی قومی اذا جد جدھم
وفی اللیلة الظلماء یفتقد البدر

(میری قوم پر جب کوئی آفت ٹوٹے گی تو پھر اُسے میری یاد آئے گی۔ رات کی شدید تاریکی میں